خطبہ جمعہ

"مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے عمدہ سلوک کیا جا رہا ہو

آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو یاد رکھیں اور اس سنت کو جماعت میں زندہ کرنے کی کوشش کریں

(احادیث نبویہ کے حوالے سے یتامیٰ سے حسن سلوک سے متعلق اہم تاکیدی نصائح)

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۹ر جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۹ر صلح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿وَلَاتَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّابِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ. وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ . اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً﴾. (سورة بنی اِسْرَائيل آيت ۳۵)

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریق پر کہ وہ بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ یہاں عہد سے مراد عہد امانت ہے، وہ بارِ امانت ہے جو اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اول طور پر اور آپ کی وساطت سے ساری امت پر ڈالا ہے۔ اس میں عہد کو پورا کرنا بھی اور بندوں کے عہد میں جو خدا کی ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا کرنا بھی مراد ہے یعنی دونوں باتیں بیک وقت پیش نظر رہنی چاہئیں۔ وہ عہد جن کے ذریعے اللہ کی امانتیں پوری کرنی ہوں یعنی جو خدا کے حقوق ہیں وہ ادا کرنے ہوں اور وہ عہد یعنی وہ امانتیں جو بندوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ پوری کرنی ہوں یہ دونوں قسم کی امانتیں اس عہد کے اندر شامل ہیں۔

اسی مضمون کی جس کا یتامیٰ اور بیوگان وغیرہ سے تعلق ہے، مسکینوں وغیرہ سے تعلق ہے اور ایک اور آیت سورۃ النساء آیت نمبر ۹ " وَاِذَا حَضَرَالْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً" اور جب ترکہ کی تقسیم پر ایسے اقرباء جن کو قواعد کے مطابق حصہ نہیں پہنچتا ، یہ آزاد ترجمہ ہے اور جب ترکہ کی تقسیم پر ایسے اقرباء جن کو قواعد کے مطابق حصہ نہیں پہنچتا اور اسی طرح یتیم اور مساکین بھی آجائیں تو کچھ اس میں سے ان کو بھی دو اور ان سے نرمی اور خُلق سے بات کرو۔

یہ دو آیتیں میں نے آج کے لئے چنی ہیں دراصل ان دو آیات میں جو مضمون بیان ہوا ہے وہ اس سال درس کے دوران سورۃ النساء کی آیات پر کثرت سے پھیلا ہوا ہے میرے لئے تو ممکن نہیں تھا کہ ان تمام آیات کو آج کے خطبے میں اکٹھا کرتا اور سارے مضمون کو یہاں بیان کرتا مگر کسی حکمت کے پیش نظر خصوصیت سے یتامیٰ اور بیوگان اور بے سہارا عورتوں کے متعلق میں کچھ نصیحت جماعت کو کرنا چاہتا ہوں اس پہلو سے ان دو آیات کا میں نے انتخاب کیا ہے۔

آج کل دنیا مظلوموں سے بھری پڑی ہے یتامیٰ اور بیوگان خصوصیت سے بہت کثرت کے ساتھ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کو جماعت کی بناء پر ظلم کا نشانہ بنایا گیا، کچھ شہداء ہوئے، کچھ ان کے بچے یتیم رہ گئے، کچھ بیوگان عورتیں تھیں، ان سب پر اللہ کے فضل سے جماعت پوری طرح نگران ہے یعنی کفیل ہی نہیں بلکہ نگرانی کر کے پوری طرح معلوم کرتی ہے کہ کون کون کہاں کس حد تک ضرورت مند ہے۔ اس لئے اس وقت میرے پیش نظر وہ نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت جہاں تک توفیق ہے ان کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح کماحقہ ادا کر رہی ہے۔

میرے پیش نظر اس وقت وہ دنیا کے مظلوم ہیں جن کا کوئی سہارا نہیں۔ ان میں سے اول طور پر مسلمان ہیں اور پھر نسبتاً دوسرے انسان جن کا کوئی بھی مذہب ہو مگر یتامیٰ اور مساکین اور بیوگان وغیرہ کی فہرست میں آتے ہیں کیونکہ غربت کا کوئی مذہب نہیں ہوا کرتا، بے چارگی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان آیات میں جن کی میں نے تلاوت کی ہے کسی مذہب کا ذکر نہیں۔ ترکے کی تقسیم کی بات دیکھیں، یہ نہیں فرمایا کہ مسلمان کو یہ دو۔ یہ فرمایا کہ جو بھی حاضر ہو، اس کا جو بھی مذہب ہو، یہ پوچھنا ہی نہیں، یہ رنگ کا یا مذہب کا یا قومیت کا کوئی سوال ہی نہیں اس موقع پر اٹھنا چاہئے۔ جو بھی تقسیم کے وقت حاضر ہوں ان کو کچھ دو اور اچھی بات کہو۔ دیتے وقت بھی ایسا متکبرانہ طریق اختیار نہ کرو گویا تم خیرات دے رہے ہو اور ان کے دل پر بوجھ بنو دے سکتے ہو تو اچھے رنگ میں دو اور اچھے کلمات کے ساتھ دو اور اگر نہیں دے سکتے تو پھر کم سے کم اچھے کلمات تو کہو مگر یہ ثانوی معنیٰ ہیں اول معنیٰ وہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے کہ دو تو حسن خلق کے ساتھ پیاری باتیں کرتے ہوئے دو تا کہ سارے راضی ہو کر واپس جائیں۔

اس تعلق میں کچھ احادیث کا میں نے انتخاب کیا ہے جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ صحیح بخاری میں کتاب الطلاق میں یہ حدیث درج ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہونگے اور آپ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کے ذریعے اشارہ فرمایا جب کہ آپ نے ان میں تھوڑا سا فاصلہ رکھا ہوا تھا۔ (صحیح بخاری كتاب الطلاق باب اللعان و قول الله تعالىٰ والذين يَرمُون ازواجَهم ولَم يكُن لهُم شُهَداء اِلاَّ آنفُسهُم) یہ شہادت کی انگلی ہے، یہ درمیانی انگلی ہے تو بعض روایتوں میں فاصلے کا ذکر نہیں مگر معلوم ہوتا ہے کسی نے ایک زاویے سے دیکھا ہے اس کو فاصلہ دکھائی نہیں دیا اور جس نے غور سے فاصلہ دیکھا ہے وہ بہت حکمت کی بات ہے جو اس نے بیان کی ہے کیونکہ قیامت کے دن یتیم کی نگہداشت کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ملا ہوا نہیں ہوگا۔ آنحضرتؐ کا مرتبہ اور مقام بہت زیادہ بلند ہے۔

میں نے اس لئے یہ حدیث چنی ہے کیونکہ مجھے یہ فاصلے والی بات بہت پیاری لگی ہے ہوگا تو قریب لیکن درمیان میں ایک فاصلہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور اس کے درمیان فاصلے کی حکمتیں ہیں، بہت سی حکمتیں ہیں، ایک تو مرتبے کا فرق تو ہے ہی دوسرے یہ کہ کوئی بھی یتیم کی کفالت ایسے نہیں کر سکا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ پس اگر اور ساری باتیں چھوڑ بھی دو، سارے مراتب کو ایک طرف رکھ دو تو کفالتِ یتیم کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کوئی قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ یہ آپ کا احسان ہے کہ اسے اپنے قریب ظاہر فرما دیا ہے مطلب ہے میری سنت پر عمل کرنے والا ہے اس لئے میرے قریب ہے۔

دوسری حدیث مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے۔ ابوامامہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے یتیم بچے یا بچی کے سر پر محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دست شفقت پھیرا اسکے لئے ہر بال کے عوض جس پر اس کا مشفق ہاتھ پھرے نیکیاں ہونگی۔ اب یہاں دستِ شفقت سے صرف یہ مفہوم نہ لے لیں کہ ہاتھ پھیر دیا جس طرح عام طور پر بڑی اور بوڑھی عورتیں ہمارے ملک میں صرف یتیموں پہ نہیں سب بچوں پر ہاتھ پھیر لیتی ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اس کا سرپرست بنا۔ سرپرست لفظ کے اندر یہ بات شامل ہے کہ سر پر ہاتھ رکھا سے مراد ہے کہ اس کا خیال رکھا اور ہاتھ کی وسعت کے نیچے جتنے بھی بال آئیں مراد یہ ہے کہ اس کی جتنی ضرورتیں بھی پوری کرنے کی توفیق ملے اسی کے مطابق تمہیں نیکیاں ملیں گی۔ چنانچہ فرمایا اس کے ہر بال کے عوض جس پر اس کا مشفق ہاتھ پھرے نیکیاں ہونگی۔ "اور جس شخص نے اپنے زیر کفالت بچے یا بچی سے احسان کا معاملہ کیا وہ اور میں جنت میں یوں ہونگے آپ نے اسی طرح دو انگلیاں اٹھائیں"۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ بیروت)

ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے لی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے عمدہ سلوک کیا جا رہا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جائے۔(سنن ابن ماجه ، كتاب الادب باب حق اليتيم)

یہ جو صورت ہے 'یتیم ہو' اس کے کئی امکانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ خود گھر والا کوئی فوت ہو چکا ہو اور اس کا یتیم بچہ اپنے بڑے بھائی بہنوں وغیرہ کی کفالت میں یا اقرباء کی کفالت میں ہو اور ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی اور کا یتیم ہو اور بعض دفعہ قومی طور پر یتامیٰ سپرد کئے جاتے تھے جیسا کہ جنگوں میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت تھی کہ بہت سے یتامیٰ وغیرہ کو مختلف گھروں میں ان لوگوں کو امین جانتے ہوئے، ان پہ اعتماد کرتے ہوئے ان کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ فرمایا **مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے عمدہ سلوک کیا جا رہا ہو۔**

یتامیٰ کے تعلق میں خواہ ان کا تعلق عام دنیا میں حادثات یا عام اموات سے ہو جماعت احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی اقدامات کئے ہیں اور ایسے گھر بھی بنائے گئے ہیں جن میں یتامیٰ کی پرورش کا انتظام ہے ایسے سکول جاری کئے گئے ہیں جن میں یتامیٰ کے لئے اچھی تعلیم ہے تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں دوسرے درجے کا شہری بنا کر گزارے کے طور پر سکول دئے گئے ہیں۔ تو جہاں تک میری کوشش رہی ہے وہ یہی تھی کہ یتامیٰ کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو اور اس کے لئے ان کی رہائش کا انتظام بھی بہت اعلیٰ درجے کا ہو اور ان کی تعلیم کا انتظام بھی بہت اعلیٰ درجے کا ہو لیکن ایک اور رواج ہے جس کی طرف میں اس وقت جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو قادیان میں جاری تھا۔

قادیان میں گھروں میں یتیم لے کر اسکی پرورش کرنا، اسکو بچوں کی طرح پالنا یہ ایک ایسی اعلیٰ سنت جاری تھی کہ وہ اب مفقود ہوتی جا رہی ہے اور اسی وجہ سے میں دوبارہ یہ یاددہانی کرانا چاہتا ہوں جماعتی انتظام کے تحت خواہ کیسا ہی اچھا انتظام کیوں نہ ہو اور وہ انتظام لوگوں کی قربانیوں کے نتیجے ہی میں ہوتا ہے لیکن براہ راست گھر میں یتیم پالنا ایک بالکل اور بات ہے اور اسی لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جسکے گھر میں یتیم پلتا ہو اس وقت روزمرہ آزمائش بھی ہوتی ہے۔ ایک یتیم بچے کی گھر کے مالک کے بچے سے لڑائی بھی ہو جایا کرتی ہے اور کھانا تقسیم کرتے وقت، کپڑا تقسیم کرتے وقت، ہر وقت ایک آزمائش ہوتی ہے کہ کون ہے جو خدا کی خاطر ایک جیسا سلوک کرے۔ اس آزمائش پہ جو روز بروز لوگ گزرتے ہیں ان کا وہی حال ہے کہ بالوں پر ہاتھ ہے۔ جس طرح بال بکثرت ہوتے ہیں اسی طرح ضرورتیں بھی روزمرہ اتنی پیش آتی ہیں کہ بالوں کی طرح گنی نہیں جا سکتیں۔ روزمرہ کے معاملات اتنے کثرت سے ہوتے ہیں، صبح سے لے کر رات تک ہر وقت کا ایک معاملہ ہے حسن و احسان کا کہ بچے کھیل رہے ہیں، بچے پڑھائی کر رہے ہیں، ذمہ داریوں کو ادا کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے، نمازیں پڑھ رہے ہیں کہ نہیں پڑھ رہے غرضیکہ صبح سے رات تک اگر کاموں کی تفصیل میں جایا جائے تو یہ بہت زیادہ وقت چاہیئے۔ مگر ایک پورا دن ہی بعض دفعہ بہت مصروفیات کی نظر ہو جایا کرتا ہے اور ان میں ہر لمحہ یا ہر قدم پر ایک آزمائش ہوا کرتی ہے۔

پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت کو یاد رکھیں اور اس سنت کو جماعت میں زندہ کرنے کی کوشش کریں کہ یتیم رکھیں اور اس کے حقوق ادا کریں اور اعلیٰ تربیت کریں لیکن جب یتیم بالغ ہو جائے تو پھر ایک دوسرا مرحلہ درپیش ہوگا۔ آپ اس بنا پر کہ گھر میں یتیم پلا ہے محرم کے رشتوں کو نظرانداز نہیں کر سکتے جو محرم ہے وہ محرم ہی رہے گا، جو غیر محرم ہے وہ غیر محرم ہی رہے گا۔ یہاں تک کہ جس کو منہ بولا بیٹا یا بیٹی بنایا ہو وہ بھی جب بالغ ہو جائیں تو یہی مسئلہ سامنے آجایا کرتا ہے۔ تو ایسے موقع پر ایک مشکل مرحلہ تو ضرور درپیش آتا ہے مگر اس کا علاج مختلف صورتوں میں کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی بچپن میں رواج تھا کسی یتیم کو گھر لے لینے کا مگر بلوغت کے بعد ان کو علیحدہ نہیں کیا گیا پردوں کا انتظام ہو گیا اور رفتہ رفتہ تربیت اس طرح کی گئی کہ ان کو احساس ہوا کہ یہ شریعت کا حصہ ہے اس لئے یہ کوئی ظلم یا ستم نہیں ہے، ہمیں علیحدہ نہیں پھینکا جا رہا بلکہ مجبوری ہے۔ تو اسی قسم کے حالات دوسروں کو بھی پیش آتے ہونگے۔ ممکن ہے بعض گھروں میں یتیم کی پرورش اس طرح بہن بھائیوں کی طرح کی گئی ہو کہ اس پر اعتماد پوری طرح ہو چکا ہو اور صرفِ نظر کی جا رہی ہو اس بات پر کہ وہ گھر میں گھومتا پھرتا ہے۔ اس لئے ایک رخصت اس آیت کریمہ سے مل سکتی ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اگر ایسے شخص کو کوئی حاجت ہی نہ ہو اور سو فیصدی یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہو کہ یہ اتنا زیادہ بہن بھائیوں کی طرح سمجھتا ہے کہ اس کو کہا بھی جائے کہ ان سے شادی کر لو تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوگا کیونکہ بعض لوگوں کو بچپن سے یہ حاجت پیدا ہی نہیں ہوتی ان کے لئے وہ بالکل اپنی بہن یا ماں کی طرح ان کو سمجھتے ہیں۔

چنانچہ ایسے بعض مسائل میرے سامنے بھی آتے رہے ہیں گھر میں اچھی پرورش کی کسی نے اور بعد میں خیال آیا کہ اتنا اچھا بچہ ہے اپنی بچی سے ہی بیاہ لوں اس نے صاف انکار کر دیا۔ میرے پاس بعض دفعہ یہ مقدمے آئے ہیں فیصلے کے لئے کہ آپ سمجھائیں اس کو۔ ایسے بچوں کو میں نے سمجھانے کی کوشش کی یعنی بڑے ہو چکے تھے تو انہوں نے بالکل صاف بتایا کہ ہمارے نفس میں حاجت ہی کوئی نہیں۔ تربیت کے وقت جب بہن بنا دیا، جب ماں کی طرح سمجھایا گیا تو کیسے ایک دم ہم اپنی عادت کو تبدیل کریں۔ اب اس طرف نظر دوسری طرح اٹھ ہی نہیں سکتی۔ یہ کیفیت بھی تو ہو سکتی ہے اور اس کیفیت کے نتیجے میں جیسا کہ میں نے وہ رخصت والی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو حاجت کوئی نہیں ہے ان سے جو روزمرہ کے پردے کی سختیاں ہیں ویسی روا نہیں رکھی جا سکتیں اور نہ رکھی جائیں تو وہ گناہ نہیں ہے جو عام طور پر ایسے حالات میں ہونے کا امکان ہے۔

لیکن یہ یاد رکھیں کہ اگر یتیم رکھنا ہے تو اسی طریق پر رکھیں۔ اگر یہ خطرہ ہو یا روزمرہ کے معاملات میں یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ آپ یہ حقوق پوری طرح ادا نہیں کر سکتے جب لڑائی ہوتی ہے بچوں کی تو آپ اپنے بچے کا ساتھ دیتے ہیں جب چیز تقسیم کرتے ہیں تو ایک فرق رکھتے ہیں تو یہی گھر جو بہترین بھی ہو سکتا تھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بدترین بھی قرار دیا ہے تو کیوں اپنے گھر کو بدترین بناتے ہیں نیکی کے شوق میں بہترین بنانے کی بجائے بدترین تو نہ بنائیں اس کو۔ پس ایسے موقع پر بہتر یہ ہے کہ ایسے یتامیٰ کو جماعتی انتظامات کے سپرد کر دیا جائے اور ان کا خرچ اٹھا لیا جائے یہ بھی ایک بڑی نیکی ہے مگر گھر میں رکھتے ہوئے اپنوں کی طرح سلوک نہ کرنا یہ جائز نہیں ہے۔ فرمایا اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بدسلوکی کی جائے۔

ایک روایت سنن ترمذی سے کتاب البر سے لی گئی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں باقاعدہ طور پر شامل کرلے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، سوائے اس کے کہ وہ کوئی ناقابل معافی گناہ کرے۔ یہاں گھر میں پالنے کی بات نہیں ہے یہ ایک اور حسن سلوک ہے یتیموں سے جس میں ایک شخص کو یہ تو توفیق نہ ہو کہ گھر میں پال سکے۔ بعض دفعہ ایک آدمی مہربان ہوتا ہے اور اس کی بیوی نامہربان ہوتی ہے تو ایسی صورت میں احتیاط ضروری ہے کہ وہ گھر میں نہ پالے لیکن اگر وہ کھانے میں اپنے ساتھ شامل کر سکتا ہے تو اس کی موجودگی میں بیوی اس سے بدخلقی نہیں کر سکتی۔ یہ بھی ایک روزمرہ دیکھنے کی بات ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نیکیوں کے جہاں تک ممکن تھے امکانات کھول کھول کر ہمارے سامنے رکھ دئے ہیں یہ نہیں کر سکتے تو یہ کرو، یہ نہیں کر سکتے تو یہ کرو، ہر نیکی پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عظیم جنتوں کے وعدے ہیں اس سے دل میں تحریص تو پیدا ہوتی ہے مگر بعض لوگ مجبور ہیں وہ نیکی کو مکمل صورت میں ادا نہیں کر سکتے۔ تو میرے نزدیک آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایسے ہی لوگوں کے لئے یہ فرمایا کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں باقاعدہ طور پر شامل کر لے۔ اب کھانے پینے میں شامل کرنے کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ باہر اس کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق تھا کہ اپنا کھانا باہر لے جایا کرتے تھے اور باہر یتیموں اور مسکینوں وغیرہ کو اس میں شامل فرما لیا کرتے تھے۔ تو کئی صورتیں ممکن ہیں اگر وہ نہ ہو تو پیسہ خرچ کر کے اپنے جیسا کھانا اس کے لئے مہیا کروا دے یہ بھی ایک صورت ہے۔

فرمایا وہ جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے کہ وہ کوئی ناقابل معافی گناہ کرے۔(سنن ترمذی كتاب البر والصلة باب ما جاء فی رحمة اليتيم) اب اس میں ناقابل معافی گناہ میں اکثر شرک ہی مراد ہوتی ہے۔ اگر وہ شرک نہیں کرے گا، نسبتاً ادنیٰ درجے کے چھوٹے موٹے گناہ اس سے سرزد ہوں جو کبائر نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ اس وجہ سے کہ یتیم کا نگران بنا اللہ تعالیٰ اس کے وہ گناہ معاف فرما دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ کتنی عظیم الشان خوشخبریاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی تعلیم اور اپنی سنت پر چلنے والوں کو عطا فرمائی ہیں۔

کتاب الزکوٰۃ باب الصدقہ علی الیتیم سنن النسائی سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا یقیناً یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہوتا ہے۔ یعنی دنیا کے اموال سے کلیۃً بے رغبتی کوئی نیکی کا لازمہ نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں بے رغبتی ایک اعلیٰ درجہ کی نیکی بھی ہوتی ہے۔ مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہر قسم کے مال چھوڑ دو اور اچھا کھانا پینا ہی بند کر دو۔ مختلف لوگ ہیں اور مختلف حالات ہوتے ہیں تو اس بات پر کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہو، توفیق دی ہو اس کو اس رنگ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بیان فرما رہے ہیں کہ یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے لیکن یہ ایک شرط کے ساتھ ہرا بھرا اور میٹھا ہوگا اگر اس میں سے یتیم اور مسکین اور مسافر کو دیتا ہے۔

تو یہ شرط لگا دی یعنی اس کو مال کی زکوٰۃ کہتے ہیں۔ ایک تو زکوٰۃ اصطلاح ہے۔ اس اصطلاحی زکوٰۃ کو ادا کرنے کے علاوہ انسان اپنے مال اور اپنی خوشیوں کی زکوٰۃ نکالتا رہے اگر وہ زکوٰۃ نکالتا رہے گا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر بے شک اچھا کھاؤ پیو تم نے اس کی زکوٰۃ نکال دی۔ اور زکوٰۃ نکالنا ان معنوں میں یہ ہے کہ یتیم، مسکین اور مسافر کو دیتا ہے۔ اور جو شخص اس کو ناحق طور پر لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور یہ اس کے خلاف قیامت کے روز گواہ ہوگا۔ کس کو لیتا ہے مطلب ہے دنیا کے مال۔

جس کی جائز کمائی تھی اس کے متعلق تو فرمایا کہ ہرا بھرا مال ہے اچھا مال ہے۔ بشرطیکہ اس کا حق ادا کرو اور اگر وہ مال ناجائز طریق پر کمایا گیا ہے تو ایسا ہی ہے جیسے آگ کھالی جائے اور ساتھ یہ فرمایا اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ اب یہ بات بھی ہم نے مشاہدے میں دیکھی ہے کہ حرص کے ذریعے کمائے ہوئے مال سے دو طرح بھوک باقی رہتی ہے ایک کہ مال جتنا چاہو لیتے چلے جاؤ پیٹ نہیں بھرے گا۔ یعنی مال کی طلب بڑھتی چلی جائے گی اور یہ بات جہنم کی مثال ہے۔ جہنم سے بھی جب پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر گئی ہے تو جہنم کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔ اے اللہ اور بھی ہے؟ اور ڈال دے۔ تو پیٹ کی جہنم بھی واقعۃً جہنم کی طرح بھرتی نہیں۔ اگر جو بھی انسان مال دیکھے خواہ وہ گندہ ہو خواہ وہ اچھا ہو جس قسم کا بھی ہو مال ہو، اسے لینے کی تمنا، حرص اتنی بڑھ جائے کہ اس میں اچھائی برائی کی تمیز اٹھ جائے یہ صورت اگر ہو تو فرمایا کہ ایسے مال سے اس کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا۔ اور دوسرا پیٹ بھرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو طمانیت نصیب ہوگی، وہ مال اس کی اولاد کے، اس کے سکون کے لئے، اس کے مستقبل کے لئے مفید ثابت نہیں ہوگا وہ اس کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

پھر فرمایا اس کے خلاف وہ مال قیامت کے روز گواہ ہو جائے گا۔ اللہ نے رزق دیا تھا اچھے کاموں کی خاطر دیا تھا۔ اس شخص نے رازق کو نہ دیکھا رزق کو ہی معبود بنا دیا اور دینے والے ہاتھ کی پرواہ نہیں کی۔ اس پہلو سے وہ قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ بن کر کھڑا ہوگا۔

پھر سنن ابن ماجہ سے ایک حدیث حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میرا اپنے خاوند پر اور میرے زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنا میری طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔ اب تک جو میں حدیثیں پیش کرتا رہا ہوں ان میں زیادہ تر یہ بات دماغ میں آتی ہے کہ گویا مرد ہی ہے جو یہ سارے نیک کام کر سکتا ہے لیکن جس کے گھر یتیم پلتے ہیں اس میں عورت کا بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے میں نے شروع ہی میں یہ بات بتا دی تھی کہ اولین اور بہترین وہ گھر ہے جس میں یتیم اچھی طرح پلتے ہوں اور یہ ناممکن ہے کہ عورت نیک دل نہ ہو اور اس میں یتیم اچھی طرح پلتے ہوں۔ خاوند کی نیکی کسی کام نہیں آ سکتی کیونکہ اکثر وہ باہر رہتا ہے۔ جب تک بیوی نیک نہ ہو اس وقت تک یتیموں کے لئے ایک جنت نما گھر نہیں بن سکتا۔

تو یہ حدیث اس لئے رکھی ہے کہ اس طرف بھی یہ اشارہ کر رہی ہے اور مزید کچھ باتیں بیان کرتی ہے صرف خاوند ہی عورتوں کو نہیں پالتا بعض صورتوں میں عورتیں بھی خاوند کو پالتی ہیں اور وہ خاوند جو عورتوں کی کمائی کھانے کے عادی ہوں وہ سمجھیں گے کہ شاید ان کے لئے اس حدیث میں جواز ہے۔ میں یہ بات کھول دینا چاہتا ہوں کہ ان کے لئے اس حدیث میں کوئی جواز نہیں ہے بلکہ عدم جواز ہے۔ خاوند کو اپنی بیوی کے مال پر کوئی حق نہیں ہے۔ اگر بیوی خرچ کرتی ہے تو ایسے خرچ کرتی ہے گویا صدقہ ہے۔ تو اب بتائیں آپ کا جواز کہاں چلا گیا۔ اگر آپ صدقے پہ پلنا پسند کرتے ہیں تو غیروں سے صدقہ لینے کی بجائے بیوی کے صدقے پہ پلیں اور بیوی کو نیکی اسی طرح ملے گی جیسے صدقہ کی نیکی ملتی ہے۔ چنانچہ بہت ہی دلچسپ حدیث ہے اس پہلو سے۔

حضرت زینبؓ جو حضرت عبداللہ (رضی الله عنهما) کی بیگم ہیں فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میرا اپنے خاوند پر اور میرے زیر کفالت یتیموں پر خرچ کرنا میری طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔ حضرت عبداللہ کا بھی پتہ چل گیا بیچاروں کا کہ کسی مجبوری کی وجہ سے وہ کما نہیں سکتے تھے اور ایک اور خوبی حضرت زینب کی یہ ہے کہ اس بناء پر اپنے خاوند کو چھوڑا نہیں، اس کو طعن و تشنیع نہیں کی اس کو گھر میں ٹھیک طرح رکھا ورنہ بعض عورتیں خاوند نہ کمائے تو اس کو بھی پھر نکھٹو ہونے کے طعنے دینے شروع کر دیتی ہیں یا اور طرح سے بدسلوکی کرتی ہیں۔

نیک سلوک اس میں داخل ہے اس لئے کہ اگر نیک سلوک شامل نہ ہوتا تو پھر جزاء کوئی نہ ہوتی اس لئے بات کی گہرائی میں اتر کر اس میں استنباط ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ان سب صحابہ اور ان کے گھروں اور ان کے حالات پر نظر ہوا کرتی تھی۔ اگر اس عورت نے یہ سوال کیا کہ صدقہ ہے تو آپ اگر دیکھتے کہ وہ خاوند سے حسن سلوک نہیں کرتی بلکہ اس طرح دیتی ہے جیسے کسی چیز کے سامنے چیز پھینکی جائے تو آپ فرماتے نہیں یہ صدقہ نہیں ہے اس صدقے کی جزاء نہیں ہے کیونکہ تم نے وہ حقوق ادا نہیں کئے جیسا کہ اس آیت میں وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ان سے حسن سلوک کی بات کرو اچھی باتیں کہو اچھے طریق پر ادا کرو۔ تو یہ تمام باتیں اس حدیث کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

بہرحال حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ یتیموں پر خرچ کرنا میری طرف سے صدقہ شمار ہوگا؟ اس سے مزید پتہ چلا کہ ایک یتیم نہیں بہت سے یتیموں کی یہ نگہداشت کیا کرتی تھیں ایسے بھی ہونگے جو ان کے گھر میں پلتے ہوں گے، ایسے بھی ہونگے جو گھر میں نہیں پلتے مگر باہر کے یتیم ہیں مگر یتامیٰ کا ذکر ہے ایک یا دو یتیم کی باتیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ایسی خاتون کو دوہرا اجر ملے گا ایک صدقے کا اور دوسرے رشتہ داری نبھانے کا۔ (سنن ابن ماجه كتاب الزكوٰة باب الصدقة على ذى قرابة) اب دیکھیں خاوند کی بھی عزت رکھ لی۔ صدقہ تو یتامیٰ کے لئے ہے اور اس خاوند کا خیال جو رکھا جا رہا ہے اس کی عزت نفس قائم رکھتے ہوئے فرمایا یہ صدقے کے طور پر نہیں اس کو جزاء ملے گی بلکہ رشتہ داری نبھائی ہے اور جو رشتوں کو قائم کرتا ہے اس کی اپنی الگ جزاء ہے تو اس پہلو سے بہت ہی پیاری اور مکمل حدیث ہے ہر امکانی پہلو پر نظر رکھتی ہے اور اس کو کھول کھول کر ہمارے سامنے بیان کرتی ہے۔

اب یہ ایک اور حدیث ہے بہت ہی دل لبھانے والی اور دل میں سوز و گداز پیدا کرنے والی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ یہ شعر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پڑھے ؎

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ☆ رَبِيْعُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ سفید نورانی چہرے والا شخص جس کے منہ کا واسطہ دے کر بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے یتیموں کے لئے موسم بہار اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے اختیار پکار اٹھے بخدا وہ تو محمد رسول اللہ ہیں، بخدا وہ تو محمدؐ رسول اللہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۱ صفحه نمبر ۷ مطبوعه بیروت)

یہ مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا جس کی وجہ سے وہ انگلیوں کے فرق والی بات پیش نظر رکھیں یعنی جُود و کرم کا یہ حال تھا کہ اگر بادل کو محمدؐ رسول اللہ کا واسطہ دے کر کہا جائے اس کی طرح جُود و کرم کر دے اور دل میں سچی محبت ہو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی تو ہرگز بعید نہیں کہ وہ بادل جُود و کرم کی بارش برسا دے اور یتامیٰ کے کفیل اور بیواؤں کے والی تھے اور ان کی عزت کی حفاظت کرنے والے۔ یہ ایک بہت ہی اہم پہلو ہے اس حدیث کا جو آپ نے کھول کر بیان کیا ہے کہ بیوگان کے ساتھ حسنِ سلوک ہی نہیں بلکہ ان کی عزت کی حفاظت کرنے والے تھے۔

کئی لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم فلاں بیوہ کی خدمت کریں۔ میں ان کو کہتا ہوں کہ آپ کو اجازت نہیں ہے کیونکہ اس بیوہ کی اگر خدمت کرنی ہے تو جماعت کی معرفت کریں، اس خدمت کے بہانے آپ کا ایک جوان عورت جو بیوہ ہو گئی ہو اس کے گھر میں آنا جانا مناسب نہیں، جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں کئی قسم کی قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ پس اس پہلو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق جو حضرت عائشہؓ کا بیان ہے وہ صرف یہ نہیں کہ بیواؤں کی خدمت کرتے تھے، بیوگان کی عزت کے محافظ تھے، دوسروں سے بھی بیوگان کی حفاظت کروایا کرتے تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے سنن ابن ماجہ میں درج ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيْفَيْنِ الْيَتِيْمِ وَالْمَرْاَةِ کہ اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں دو ناتواں یعنی یتیم اور عورت کے حقوق دبانے کو حرام قرار دے رہا ہوں۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الادب باب حق اليتيم) اب یہاں عورت میں ایک عام لفظ ہے عورت کا جو ہر عورت پر اطلاق پاتا ہے کیونکہ عورت میں بھی ایک ضعف پایا جاتا ہے مگر بعض شرح لکھنے والوں نے یہاں بیوہ کا لفظ بیچ میں زائد کر دیا ہے یعنی ترجمے میں۔ وہ کہتے ہیں بیوہ عورتیں مراد ہیں۔ مگر میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کو کھلا رکھا تھا اور یہ جو تشریحیں کرنے والے ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ اس کو تنگ کر دیں۔ عورت کے اندر ایک نازک صنف ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے یعنی اس کو کہتے ہی صنفِ نازک ہیں اور اس پہلو سے اس میں کئی قسم کے احتمالات ہوتے ہیں کہ اس کی اس کمزوری سے جو دراصل اسکا حسن ہے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو فرمایا وہ خدا کو گواہ رکھ کر فرمایا ہے۔ مطلب ہے جو کام میرے سپرد کئے گئے ہیں وہ سارے میں نے ادا کر دئے ہیں۔ میں اس حال میں تیرے پاس نہیں لوٹوں گا کہ کوئی کہہ سکے کہ میں نے اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کیں اور کسی کے کہنے سے مجھے

کیا غرض۔ اے اللہ تُو گواہ ہے، تُو جانتا ہے کہ دنیا سے واپس جانے سے پہلے میں تیرے احکامات کی تمام ذمہ داریوں کو ادا کر رہا ہوں۔ وہ جو عہد والی حدیث تھی اس کا یہی معنٰی ہے کہ ایک عہد جو خدا نے بندوں سے باندھا وہ سب سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے باندھا اور اس عہد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرح کسی نے بھی پورا نہیں کیا۔ آپ کے پورا کرنے کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچتا۔ مگر ایک قریب آنے کی کوشش تو ہے ناوہ تو سب کر سکتے ہیں اور جو بھی یہ کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں اسکی بہترین جزاء عطا فرمائے گا۔

ایک اور حدیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ میں روایت ہے کہ حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔ یہ صحابی نہیں تھے ، دادا صحابی تھے۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے مگر ایک یتیم کا کفیل ہوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے زیر کفالت یتیم کے مال سے کھالو مگر اسراف اور فضول خرچی کئے بغیر۔ کیونکہ قرآن کریم میں یہ بھی حکم ہے کہ اگر تم یتیم پر خرچ نہیں کر سکتے تو اس کے مال کی حفاظت بھی ایک خرچ ہے۔ اس کے مال کی ایسی حفاظت کہ وہ بڑھتا رہے اور بہترین نشوونما ہو اس کی۔ جب تک وہ اپنے مال کو خود نہ سنبھال سکے اس وقت تک چاہے قومی نگرانی میں رہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ایسا ٹرسٹ بننے کی درخواست دی جاسکتی ہے کہ تم حکومت سے درخواست کرو کہ تمہیں بطور ٹرسٹ منظور کرلے حالانکہ انفرادی طور پر بھی انسان یہ کام کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹرسٹ کے لفظ اس لئے لکھے ہیں کہ ٹرسٹ کی نگرانی حکومت کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔

ایک شخص اپنے طور پر یتیم کے مال کا نگران بن جائے تو کسی کو کیا پتہ کہ وہ کیا کرتا پھرتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت باریکی سے ان معاملات کو دیکھا ہے اور جماعت کو ایسے مشورے دئے ہیں کہ ان پر عمل کر کے خرابی کا احتمال کم سے کم ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں شوق ہے تو حکومت سے درخواست دے کر اپنے آپ کو ٹرسٹی بنالو اور پھر یتیم کے اموال کی نگرانی کرو اور بحیثیت ٹرسٹی تم جوابدہ ہوگے حکومت کے سامنے اور پھر وہ آڈٹ بھی کرتے ہیں اور کئی قسم کے نگرانی کے انتظامات جاری رکھتے ہیں۔ تو یہی بات ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قرآنی آیات کے حوالے سے جن کا تفصیلی ذکر اس رمضان میں درس میں گزر چکا ہے میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا۔ فرمایا اپنے زیر کفالت یتیم کے مال سے تم کھالو۔ اب مال تمہارے پاس کوئی نہیں ہے یتیم کی کفالت کرنی ہے خود بھی تو کچھ کھاؤ گے۔ جب اس کے مال کی نگرانی کرو گے تو یہ بھی تو ایک ملازمت ہی ہے۔

پس اس پہلو سے فرماتے ہیں مگر بغیر اسراف اور فضول خرچی کئے اور بغیر اس کے کہ اس ذریعے سے اپنے لئے مال بناؤ۔ جب تمہارے پاس مال ہے کوئی نہیں اور یتیم کے مال پر ہی تم اس کے ملازم سے بن گئے ہو تو اس میں سے اپنے لئے مال نہ پھر بناؤ۔ پھر اسی مال کی نگرانی کرو اور اس کی نگرانی کے بدلے کے طور پر تمہیں جو روزمرہ کھانے کے لئے پیسے چاہئیں وہ وصول کر لیا کرو۔ بغیر اس کے کہ اسکے ذریعے سے اپنے ذاتی مال کو بچاؤ۔ ایک اور بات بھی فرمائی۔ یہ پہلی بات کی تکرار نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس نے تو کہا تھا میرے پاس مال نہیں مگر ہو سکتا ہے ایسی صورت میں کسی کے پاس مال ہو بھی کچھ اور وہ یتیم کے مال کی کفالت کر رہا ہو تو ایسی صورت میں اگر خود خرچ کر سکتے ہو اپنے اوپر تو خود ہی کرو پھر محض اپنے مال کو بچانے کی خاطر یتیم کا مال نہ کھاؤ۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح جامع مانع ہوتی تھیں، یا ہیں، ہمیشہ رہیں گی کہ وہ ایک مسئلے کے ہر پہلو پر حاوی ہو جایا کرتی تھیں۔

یا یہ فرمایا۔ ایک راوی کو شک ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے یہ فرمایا ہو کہ اپنے مال کو بچانے کے لئے اس کا مال فدا کرتے جاؤ، یہ بھی نہیں کرنا۔ (مسند احمد بن جنبل جلد ۲ صفحه ۲۱۵،۲۱۶ مطبوعه بیروت) مطلب یہ ہے کہ بعض ایسی تجارتیں ہوتی ہیں جن میں احتمالات ہوتے ہیں کہ شاید پیسہ ضائع ہو جائے تجربے کی بات ہے۔ تو یہ اجازت نہیں ہے کہ تم پہلے یتیم کا مال لگادو اور اگر وہ ضائع ہو گیا تو اپنا مال روک لو۔ اگر خرچ کرنا ہے تو پھر دونوں مال اکٹھے کرو۔ اس میں بہت باریک نصیحت ہے جس کو حضرت مصلح موعودؓ نے بہت گہرائی سے سمجھا اور آپ کے بہت سے افعال ہیں جن کی ویسے سمجھ نہیں آتی ان احادیث پر غور کرنے سے سمجھ آتی ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ بہت گہرائی سے آنحضرت ﷺ کا کلام سنا کرتے تھے یا پڑھتے تھے اور اپنی زندگی کے لئے وہی لائحہ عمل بنالیا کرتے تھے۔

آپؓ نے جب بھی تحریک جدید یا انجمن کے لئے کوئی کاروبار کئے، زمینیں خریدیں یا دوسرے کاروبار کئے اس میں اپنا پیسہ ضرور لگایا۔ کوئی بھی ایسا کاروبار نہیں تھا جس میں ۳ /۱ یا کچھ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنا پیسہ نہ لگایا ہو۔ سندھ میں زمینیں خریدیں صدر انجمن احمدیہ کے لئے تو اپنے لئے بھی، تحریک جدید کے لئے خریدیں تو اپنے لئے بھی۔ جس جس جگہ میں، جس جس ضلع میں آپ نے یہ کام کیا وہاں اسی ضلع میں بھی اپنے لئے الگ زمینیں خریدیں۔ مقصد یہ تھا کہ میں جو کاروبار جماعت کے لئے تجویز کر رہا ہوں پوری دیانت داری سے سمجھتے ہوئے کر رہا ہوں کہ یہ فائدہ مند ہوگا اور اگر اس میں یہ خطرہ ہے کہ وہ ڈوب جائے گا تو میرا مال اس بات کا ضامن ہے کہ اگر ڈوبے گا تو پھر میرا مال بھی ڈوبے گا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے فرق کیا ہے۔ اب یہ نصیحت جو ہے آپ غور کر کے دیکھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس اصولی نصیحت کے تابع ہے کہ یتیم کے مال کو الگ طور پر اس طرح نہیں لگانا چاہئے کہ وہ تمہارے لئے تجربے کا کام دے اگر ترقی کرے تو پھر اپنا مال ڈال دو اور اگر ڈوب جائے تو پھر اپنے مال کو بچالو تو اپنے مال کو بچانے کا ذریعہ بناتے ہوئے یتیم کے مال کی تجارت نہیں کرنی۔

ایک اور حدیث ہے اور یہ احادیث کے سلسلے میں جو اس خطبے کے لئے میں نے چنی ہیں ان میں سے یہ آخری حدیث ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیوگان اور مساکین کی خدمت میں لگا رہنے والا شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے یا اس کی طرح جو قائم اللیل اور صائم النہار ہو۔ (بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة علی الاهل) یعنی جو شخص اس خدمت پر لگا رہتا ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھے اس سے دوسری نیکیوں میں کوئی نقصان پہنچ گیا ہے، میں جہاد میں پیچھے رہ گیا ہوں یا روزے رکھنے میں پیچھے رہ گیا ہوں یا تہجد میں کمزوری آگئی ہے۔ فرمایا اگر تم یتامیٰ اور بیوگان کی خدمت پر اپنے آپ کو مامور کرلو اور فرائض نماز ادا کرو اور نوافل پر وہ غیر معمولی توجہ نہ دے سکو جو ان معاملات میں بعض بہت آگے بڑھنے والے دیا کرتے ہیں تو اس سے تمہیں کمی کا احساس نہ ہو۔ اللہ تمہاری نیکی کو اتنے پیار سے دیکھے گا کہ باقی میدانوں میں تمہارے نہ بڑھنے کو نظر انداز فرمادے گا اور یہی نیکی ان دوسری نیکیوں کی قائم مقام بن جائے گی۔

کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات بھی تھے جو میں نے رکھے ہوئے تھے مگر چونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور ایک آخری بات جو میں ضروری کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ **ہمارے پاس اس وقت بہت سے خدمت کے ایسے میدان خالی پڑے ہیں جہاں یتامیٰ اور بیوگان کی خدمت کو پہلے سے زیادہ بڑھانے کی ضرورت ہے** ۔ افریقہ میں مثلاً سیرالیون میں جو بکثرت مظالم ہوئے ہیں ان کے نتیجے میں بعضوں کی ٹانگیں کاٹی گئیں، بعضوں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ بُرے حال میں، ایسی صورت میں بچے اور عورتیں رہ گئے کہ ان کا کوئی والی وارث نہیں۔ انگلستان کو یہ توفیق ملی کہ ان کے ڈاکٹروں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں جا کر ان کے اعضاء کو مصنوعی اعضاء کے ذریعے اس قابل بن دیا کہ وہ چل پھر سکیں یا روزمرہ کے کام کر سکیں اور اسی طرح انگلستان کو یہ توفیق ملی کہ اپنے صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ سے بڑی بھاری رقم ان لوگوں کے لئے وقف کردی۔

مگر میں سب جماعتوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں افریقہ کی دوسری جماعتوں کو بھی کہ یتیم اور بیوگان کا جہاں تک مسئلہ ہے یہ ایک عام شکایت ہوگئی ہے۔ دنیا میں قومیں ظالم ہیں جن کو کوئی بھی پرواہ نہیں اس بات کی کہ کس کثرت سے لوگ ظلموں کا شکار ہوتے ہیں اور کوئی کمی نہیں ہے اس میدان میں۔ تو جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمان ہیں، سر دست اگر مسلمانوں کی ذمہ داری ادا کرنے کی ہی جماعت کوشش کرے تو یہ بھی اگرچہ ہماری توفیق سے بہت زیادہ کام ہے لیکن اگر محض للہ یہ کام کریں تو میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری توفیق بڑھاتا چلا جائے گا۔

جہاں تک ساری دنیا کے یتامیٰ اور مسکینوں اور بیوگان کا تعلق ہے یہ دنیا میں ایسے بڑے بڑے ممالک ہیں، ایسے بڑے بڑے ادارے ہیں جن کے پاس چیریٹی (Charity) کے لئے بے شمار دولت ہے،

اتنی زیادہ کہ اربوں ڈالر وہ ان چیزوں پر خرچ کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں اگر اور مقصد کے لئے نہیں تو ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی خاطر۔ یعنی وہ یتیم اور بیوگان جن کے ساتھ نیکی کرنے سے ان کو کوئی سیاسی فائدہ پہنچ سکے اس پر وہ خرچ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں دخل دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ میدان تو بہت بڑا ہے اور اگر میدان بہت وسیع ہو تو انسان ایسی جگہ چنتا ہے جہاں تھوڑے مصرف سے زیادہ فائدہ ہو سکے۔

میں نے اس کی کئی دفعہ مثال دی ہے۔ سندھ کو جو آباد کیا گیا جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے سندھ میں زمینیں خریدیں کثرت سے بنجر زمینیں تھیں اور جھاؤ اگتے تھے، کانٹے دار جھاڑیاں ہوتی تھیں لیکن جاتے ہی سب سے گندے بنجر کو اختیار نہیں کیا۔ اس میں سے جو اچھی زمینیں تھیں جن کو تھوڑی سی محنت سے درست کیا جا سکتا تھا پہلے ان کا انتخاب کیا اور رفتہ رفتہ پھر اس دائرے کو پھیلایا۔ تو جماعت کو تھوڑی جگہ چن کر جس پر وہ زیادہ بہتر کام کر سکتی ہے اس خدمت کو شروع کرنا چاہئے اور خصوصاً افریقن ممالک میں ہر ایسے علاقے میں جہاں یتامی اور بیوگان کی ضرورتیں زیادہ شدت سے محسوس ہوتی ہیں وہاں وہ خاص حصہ چن لیں جس میں اولیت وہ پہلے مسلمانوں کو دیں کیونکہ سب کا تو کر سکتے ہی نہیں تو کم سے کم محمدؐ رسول اللہ کے نام کی طرف منسوب ہونے والے تو ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس آنحضورؐ کی طرف منسوب ہونے کو ایسی اہمیت دی کہ وہ تمام لوگ جو آپ کو گالیاں دیتے تھے اور وقف تھے اس بات پر کہ آپ کی مخالفت کریں ان کے لئے بھی بد دعا دل سے نہیں نکلی اور جب وہ بہت زیادہ ظلم کرتے تھے اور جوش آتا تھا طبیعت میں تو آپ نے فرمایا۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگہدار   کآخر کنند دعویٔ حُبِّ پیمبرم

کہ اے دل اس طرف بھی تو نگاہ کر کہ آخر میرے پیمبر محمد مصطفیٰ کی طرف منسوب تو ہو رہے ہیں۔ یہی بات ان کے لئے ایک سفارش کے لئے کافی ہے۔ پس جو عامۃ الناس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کی ضرورتوں اور ان کی خدمتوں میں جہاں تک بس چلے ہمیں پیش قدمی کرنی چاہئے اور آگے بڑھنا چاہئے۔ رہا ان کا سوال جو بد خلق اور ظلم و ستم میں بڑھ رہے ہیں ان کے لئے الہامی طور پر اجازت ہے کہ اس حد تک بد دعا کی جائے کہ ان کا ظلم خود مسلمانوں کو نیکی سے محروم کرنے کا مزید موجب نہ بنے اور اس طرح ان کا قصہ پاک ہونے کا مطلب ہے چند کو خدا تعالیٰ اٹھا لے تو باقی لوگ جو ہیں ان کے لئے پھر یہی دعا کافی ہوگی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَومِی فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَومِی فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لاعلم ہیں ان کو پتہ نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔